© rasailojaraid.com

قرآن مجید ◉ انسانیتِ عامہ کا داعی

از مولانا عبید اللہ سندھیؒ ○ ترتیب: محمد سرور

قرآن عظیم کا معجزہ ہونا تو سب مسلمانوں کے لئے مسلم ہے، لیکن ہر گروہ کا اعجاز قرآن کے متعلق اپنا نظریہ ہے. فلسفی مزاج علماء اسلام نے بہت پہلے اس اعجازِ قرآن کو جو صرف عربی بلاغت سے وابستہ ہے، چنداں اہمیت نہیں دی. اس پر ان کے مخالفین کی طرف سے بہت کچھ لے دے بھی ہوئی، لیکن اگر ان فلسفی مزاج علماء اسلام کے اقوال کی یہ توجیہہ کی جائے کہ عجمی اقوام چونکہ عربی بلاغت کے اعجاز کو کماحقہ، سمجھنے سے قاصر تھیں، اس لئے ان کے لئے قرآن کے اعجاز کا معیار عربی بلاغت نہیں ہو سکتا. اور یہ لوگ مجبور تھے کہ اعجاز کا معیار کسی دوسری چیز میں ڈھونڈیں، تو سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے.

عبدالرحیم خیاط معتزلی عالم اپنی کتاب "الانتصار" میں لکھتا ہے کہ نظام کی رائے تھی کہ قرآن اپنے اسلوبِ بیان کی بنا پر اعجاز کی حیثیت نہیں رکھتا. اگر لوگ چاہیں تو اس جیسا اسلوبِ بیان پیش کر سکتے ہیں. ابوالعلاء معری نے تو اس باب میں ایک نظریہ "الصرفہ" کے نام سے پیش کیا ہے. جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی قوائے بشریہ کو معارضۂ قرآن سے روکا ہوا ہے ورنہ انسان ایسا قرآن بنا سکتے تھے. معجم الادباء میں یاقوت حموی نے اس سلسلے میں نقل کیا ہے کہ ابوالعلاء معری کے نزدیک قرآن اپنی فصاحت میں اعجاز کا حکم نہ رکھتا تھا. نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن اس شکل میں معجزہ تھا. کیونکہ یہ تو ہر فصیح و بلیغ کی قدرت میں ہے کہ وہ اس جیسا قرآن لا سکے. البتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے روک دیا ہے. چنانچہ اس طرح قرآن اپنی فصاحت کے اعتبار سے معجزہ بن گیا ہے. یاقوت لکھتا ہے کہ اہل کلام اور اہل شیعہ کی ایک جماعت بھی اس طرح کا عقیدہ رکھتی ہے جن میں بشر المریسی اور مرتضیٰ ابوالقاسم خاص طور پر قابل ذکر ہیں.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے شک قرآن مجید کے اعجاز کے بہت سے وجوہ ہیں۔ اس کا اسلوب بدیع گزشتہ تاریخ اور امم سابقہ کے حالات کا بیان، اس کی پیش گوئیاں اور اس کی بلاغت، یہ سب اس کے من جملہ اعجاز کے ہیں، لیکن قرآن مجید کا اصل اعجاز اس کی تعلیم اور انسانوں کی ہدایت کا وہ نظام ہے، جو اس نے پیش فرمایا ہے۔ گویا قرآن مجید کی علمی و عملی افادیت ہی اس کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اس سے ہر شخص خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، عامی ہو یا عالمی، فلسفی ہو یا سادا مزاج مستفید ہو سکتا ہے۔ اور اس کے اس اعجاز کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اگر قرآن کا اعجاز محض عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا پابند ہو جاتا ہے تو اس صورت میں معدودے چند افراد کے سوا دوسرے لوگ اس کی اعجازی خوبیوں سے محروم رہتے ہیں۔

قرآن عظیم ایک انقلاب آفریں نظام کی دعوت دیتا ہے۔ یہ انقلاب آفریں نظام بین الاقوامی اور ساری انسانیت پر شامل ہے۔ رہتی دنیا تک جب بھی مسلمانوں کی کوئی جماعت اس پر عمل کرے گی، اس سے وہی نتائج پیدا ہوں گے، جو تاریخ اسلام کے دَورِ اوّل یعنی خلافتِ راشدہ میں دنیا نے دیکھے۔ یہ قرآن کی تاثیر ہے۔

مسیحی دنیا قرآن کی اس اثر آفرینی کو عام نظروں سے اوجھل کرنے کے لئے برابر کوشاں رہتی ہے۔ مصر کے مشہور عیسائی مورخ اور مصنف جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا نظام محض بخت و اتفاق کا نتیجہ تھا۔ یعنی عہد گزشتہ میں اسلام کے عظیم الشان انقلاب کا باعث قرآن کی تعلیمات نہ تھیں۔ اتفاق سے چند افراد ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے ایک بار ایسا کر دکھایا۔ لیکن یہ کہ ہمیشہ یوں ہو، غلط ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کے دُور رس انقلابی اثرات کو زائل کرنے کے لئے اور بھی حربے استعمال کئے جاتے ہیں، جن میں سے ایک زمانہ حال میں مجالس ہائے سیرت کا نظام ہے۔ اس سے لوگوں کی توجہ قرآن مجید کی تعلیمات سے ہٹ کر شخصیت پرستی کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ اسلام کی تمام اثر آفرینی قرآن کے بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شخصیت میں مضمر ہے۔ اگر آئندہ بھی کوئی شخصیت بروئے کار آجائے، تو ممکن ہے کہ یہ اثر دوبارہ پیدا ہو سکے۔ امام مہدی کے ظہور اور مسیح کے نزول کا عقیدہ اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے۔

اس اعتبار سے قرآن مجید کل انسانیت کے بنیادی فکر کا ترجمان ہے۔ یہ بنیادی فکر نہ کبھی بدلا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ آئندہ کبھی بدلے گا۔ اور سارے ادیان، مذاہب اور فلسفیوں کا اصل الاصول یہی فکر ہے۔ اس بنیادی فکر کو فطرت اللہ کہیئے، اسے دین کا نام دیجئے۔ یا اسے ضمیر انسانی سے تعبیر کیجئے۔ اسی ضمیر انسانی کی ترجمانی انبیاء، صلحاء اور حکماء کرتے آئے ہیں۔ اور زمانہ کے ساتھ ساتھ اصل فکر میں باہر سے کدورتیں شامل ہوتی گئیں اور بار بار نئے "نذیر" اور "بشیر" کی ضرورت پڑی۔ قرآن مجید اسی بنیادی فکر کا ترجمان ہے۔ اور یہ بنیادی فکر عالمگیر ازلی، ابدی اور لازوال ہے۔ قرآن میں بے شک اس فکر کا جامہ عربی ہے، لیکن الفاظ و تراکیب کے اندر جو معانی ہیں، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

خالص اور بے میل انسانیت کا قیام قرآن کا نصب العین ہے۔ اس نے اس کا راستہ دکھایا، اور ایک دفعہ اسے وجود میں لاکر دکھادیا۔

قرآن مجید میں آیا ہے :۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (اس نے تمہارے دین کا وہی راستہ متعین کیا ہے، جس کی نوحؑ کو وصیت کی تھی اور اے پیغمبر، جو تمہیں وحی کی ہے، وہی وحی ابراہیم، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو ہم نے کی تھی۔ اور وہ یہ کہ اسی دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔) حضرت مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد! ہم نے تم کو اور ان کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔

قرآن کا ایک اور ارشاد ہے :۔ وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون فتقطعوا امرھم بینھم زبرا کل حزب بما لدیھم فرحون (اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں۔ پس تم مجھ سے ڈرو، پھر لوگوں نے آپس میں پھوٹ ڈال کر اپنا اپنا دین جدا کر لیا اور جو جس کے پاس ہے وہ اسی سے خوش ہے)

ایک اور جگہ قرآن فرماتا ہے :۔ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ خاص بنایا) ابن عباس سے روایت ہے کہ شرع اور منہاج کے معنی راہ اور طریقہ کے ہیں۔ نیز ارشاد ہوا ہے :۔ لکل امۃ جعلنا منسکاً ھم ناسکوہ۔ (ہم نے ہر ایک امت کے لئے عبادت کے طریقے مقرر کئے کہ وہ ان پر چلیں)

شاہ ولی اللہ صاحب ان آیاتِ قرآنی کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین ایک ہے۔ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس پر متفق ہیں۔ تمام کا اتفاق ہے کہ خدا کو ایک مانا جائے۔ اس کی عبادت کی جائے۔ اسی سے ہر قسم کی استعانت طلب کی جائے۔ اور جو امور اس بارگاہ کے مناسب نہ ہوں، ان سے اس کو منزہ مانا جائے۔ یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنی کتاب نازل فرمائے۔ اس پر بھی سب متفق ہیں کہ قیامت حق ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا حق ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام "بر" یعنی نیکی کی اصولی اقسام پر متفق ہیں۔ وہ مخصوص صورتیں اور ہیئتیں جن پر مختلف قسم کی نیکیوں، تدابیر نافعہ، معاش اور امور معاشرت کی آسانیوں کا انحصار ہے، ان کا نام شریعت اور منہاج ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں: معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ طاعتیں اور عبادتیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان و مذاہب میں یکساں طور پر دیا ہے نفوس انسانی میں خاص اثرات چھوڑتی ہیں اور ان سے نفوس انسانی کے اندر انشراح و انقباض پیدا ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کے شرائع اور مناہج کی طرح ان کی تلقین کردہ طاعات و عبادات اور ان کے ارکان و آداب میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن ان سب کی اصل روح ایک ہوتی ہے۔

میرے نزدیک اسلام کی تعلیمات کا لب لباب قرآن کی اس آیت "ھو الذی أرسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون" میں دیا گیا ہے۔ یعنی قرآن کا مقصود اصلی سب دینوں سے اعلیٰ دین، سب فکروں سے بلند تر فکر یا سب سے بلند بین الاقوامی نظریہ، جو زیادہ سے زیادہ انسانیت پر مشتمل ہو، پیش کرنا اور اس پر عمل کرانا ہے۔ یہ دین دوسرے ادیان کی تغلیط نہیں کرتا، بلکہ ان سب کی بنیادی صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ تاریخ میں یہ ہوتا آیا ہے کہ ایک قوم ایک مذہب کو اختیار کرتی ہے۔ اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے، وہ اسے اپنے رنگ میں رنگتی جاتی ہے۔ اور اس طرح انسانی دین قومی دین بن جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس قوم کا اصرار ہوتا ہے کہ اس کا دین ہی ساری انسانیت کا دین ہے اور صرف یہی قوم انسانیت کی حامل اور نمائندہ ہے۔ بے شک ابتدا میں ان کا دین انسانی دین ہوتا ہے۔ اور اس میں ہر رنگ اور ہر نسل والے کو بار مل جاتا ہے، لیکن آہستہ آہستہ ان کا یہ دین قومی بن جاتا ہے۔ اور آخر میں تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ہر فرد یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں اور صرف میں ہی حق پر ہوں۔ باقی لوگ سب گمراہ اور کافر ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ وہ دین جو ساری انسانیت کا شیرازہ بند بن کر آتا ہے، ایک وقت آتا ہے کہ وہ انتہائی انتشار اور نزاع کا باعث بن جاتا ہے۔ قرآن مجید کے نزدیک یہی کفر ہے۔

قرآن نے یہ کیا کہ ان تمام قومی مذاہب کو جو انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب بن گئے تھے، مردود قرار دیا۔ اور یہ تلقین کی کہ خدا کا سچا مذہب وہ ہے جو خدا سے زیادہ قریب ہو۔ اور خدا سے قربت کے معنی یہ ہیں کہ وہ فرقوں اور قوموں سے بالاتر ہو کر ساری انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لے قرآن نے تمام اقوام ادیان اور مذاہب کے مرکزی نکات کو جو کل انسانیت پر منطبق ہو سکتے ہیں، یکجا کیا اور ساری دنیا کو یہ دعوت دی کہ صرف یہی ایک اساس ہے، جس پر صحیح انسانیت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ اگر یہودیوں کی قوم میں اس انسانیت کا فقدان ہے، تو خواہ وہ اپنے منہ سے "ابناء اللہ و احباشہ" بنیں، گمراہ ہیں۔ اگر عیسائی اس سے خالی ہیں، تو ان کا "ابن اللہ" کو ماننا کسی کام نہ آئے گا۔ اسی طرح مسلمان پر بھی اس حکم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ قرآن ایک میزان ہے جس میں سب تولے جا سکتے ہیں۔ یہود، عیسائی اور مسلمان کی اس میں کوئی تمیز نہیں، جو رائی برابر بھی کم نکلا، اس کی پرستش ہو گی۔

اصل دین یہی ہے، باقی سب اس کے ذرائع و وسائل ہیں، جنہیں اصطلاحاً شعائر و رسوم کہا گیا ہے۔ یہ شعائر و رسوم اصل دین تک پہنچنے کے ذرائع ہیں۔ ان کے وجود اور ان کی افادیت سے انکار نہیں، لیکن اگر یہ شعائر و رسوم بے روح ہو کر رہ جائیں، اور ان سے وہ اصل مقصود حاصل نہ ہو، تو پھر ان کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ قرآن مجید ان بے روح رسوم کے خلاف جہاد کی تلقین کرتا ہے اور یہودیوں کی اسی ظاہری دینداری پر اس نے سب سے زیادہ نکیر کی ہے۔

قرآن مجید دین فطرت کا حامل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسی تعلیم دیتا ہے جو انسانیت کی صحیح فطرت کی آئینہ دار اور ساری نوع انسانی کے فائدے کے لئے ہے۔ لیکن اگر قرآن کو ایک فرقہ یا گروہ کی کتاب بنا دیا جائے، تو پھر یہ ثابت کرنا کہ وہ ازلی اور ابدی ہے۔ اور اس کی تعلیمات سب کے لئے ہیں اور ہر زمانہ کے لئے ہیں، بڑا مشکل ہے۔ قرآن کی عالمگیریت اس بنا پر ہے کہ وہ کل انسانیت کی کتاب ہے۔

بے شک قرآن مجید کی تعلیم کا نتیجہ ایک زمانے میں ایک خاص منظہر میں جلوہ گر ہوا۔ اب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضروری نہیں کہ دوسرے زمانے میں بھی وہ بعینہٖ اسی صورت میں ظاہر ہو۔ جو زمانہ گزر گیا، وہ پھر واپس نہیں آیا کرتا۔ جو پانی بہہ جاتا ہے، وہ لوٹتا نہیں۔ قرآن مجید پر عمل کر کے خلافت راشدہ کے دورِ اوّل میں صحابہ نے جو حکومت بنائی، اب بعینہٖ ایسی حکومت نہیں بن سکتی۔ جو لوگ قرآن کو اس طرح سمجھتے ہیں، وہ حکمت قرآنی کے صحیح مفہوم کو نہیں جانتے، یقیناً خلافت راشدہ کی حکومت قرآنی حکومت کا ایک نمونہ ہے، لیکن یہ نمونہ بعینہٖ ہر دَور میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس کے مبادی اور اصولوں پر قرآنی حکومت کے نئے نظام بن سکتے ہیں۔

قرآن مجید اب بھی اپنی حکومت قائم کر سکتا ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو عقل اور تفقہ سے سمجھا جائے اور اس کی تعلیمات کی عالمگیریت کی کنہہ معلوم کی جائے۔ ورنہ اگر قرآن فہمی کی حد محض الفاظ تک رہی اور انسانی فکر کی گہرائیوں اور زمانے کے تقلبات سے قرآن کے پڑھنے والے نابلد رہے، تو اس کا حاصل معلوم۔

غرض قرآن کا مقصود اصلی انسانیت عامہ کا تزکیہ اور اس کا ارتقا ہے۔ وہ تمام انسانیت کو اس کے بنیادی اصول و مقاصد کی طرف لوٹانے آیا تھا۔ اس کا پیغام یہ تھا کہ سب انسان ایک ہیں۔ رنگ و نسل اور قوم کا فرق حقیقی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :- یاایہا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ وجعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ قرآن مجید نے زندگی کے یہی عالمگیر اور ناقابل تغیر اصول پیش کئے ہیں۔ ان کو اگر غور سے سمجھ لیا جائے تو ذہن وحدت انسانیت کی صحیح رُوح کو پالیتا ہے۔

اسی بنا پر اسلام نے عہد اول میں قیصریت اور کسرویت کو جو اس وقت استحصال بالجبر کا بدترین مظہر تھے، ختم کرنے کی دعوت دی اور اس کی جگہ ایسا نظام قائم کیا، جس میں انسانی مساوات، ہر ایک سے انصاف اور اخوت بنیادی اصول تھے۔ قرآن کی تمام تعلیمات کا دارومدار انہی اعمال صالحات پر ہے۔ اور چونکہ جب تک اعلیٰ نصب العین انسان کے سامنے متعین نہ ہو، اس سے اعمال صالحات کا ظہور ممکن نہیں ہوتا، اس لئے قرآن مجید نے بار بار ایمان باللہ پر زور دیا ہے۔ یعنی ایمان باللہ نصب العین ہے اور انسانیت عامہ کی فلاح و بہبود اس نصب العین کو عمل میں لانے کا ذریعہ اور طریق۔ اگر نظر بصیرت سے دیکھا جائے تو ایمان باللہ کا عقیدہ انسانیت کے لئے ایک اعلیٰ نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوراس دنیا میں اس سے ارفع تصور ممکن نہیں۔ اللہ کے تصوّر میں وحدتِ انسانیت اور وحدت کائنات سب آجاتے ہیں اور ذہن کے سامنے لامحدود آفاق اور بے کنار وسعتیں وا شگاف ہوجاتی ہیں۔ اللہ کا صحیح تصوّر سب پہنائیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ اور کوئی بلندی اور وسعت نہیں، جو اس تصوّر سے بلند تر اور وسیع تر سوچی جا سکے۔

صحیح خدا پرستی آگے چل کر لازماً انسان دوستی کا موجب ہوتی ہے۔ قرآن مجید اسی خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ سب انسانوں کو ایک سمجھو، اور جس بات پر تمہیں ایمان ہے کہ وہ حق ہے، اسے ہر ایک سے کہو۔ اور بار بار اس کے ذہن نشین کراؤ۔ اور اگر یہ بات اس کے دل میں راہ پیدا نہیں کرتی، تو نرمی سے سمجھاؤ (وجادلھم بالتی ھی احسن) اور اگر نرمی سے کام نہیں چلتا، تو راہ میں جو غیر فطری رکاوٹیں ہیں، ان کو طاقت سے ہٹاؤ۔ کیونکہ یہ رکاوٹیں انسانوں کو ان کی صحیح انسانیت سے دُور رکھنے کا سبب ہیں۔ حق کے لئے جہاد کے یہی معنی ہیں۔ بے شک جہاد بدوں کے خلاف ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس سے مقصود بدی کا استیصال ہے۔ بدی سے جنگ کرنا انسانیت عامہ کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

یہی قرآن مجید کا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ایک عقیدہ ہے، دوسرا عمل۔ ایک نصب العین ہے، دوسرا مسلک۔ اور دونوں لازم و ملزوم ہیں، اگر ایک ناقص ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے میں بھی کچھ کمی ہے۔

ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ، ان معنوں میں ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر ہر فرد، ہر جماعت، ہر قوم اور ہر نظام و قانون پرکھا جا سکتا ہے۔ اور اس میں کسی کی رو رعایت کی گنجائش نہیں۔ ایک زمانے میں مسلمان ان دو اوصاف کے حامل تھے۔ اسی لئے قرآن مجید نے انہیں "اُمتہ وسطا" کا خطاب دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ وکذٰلک جعلنٰکم اُمۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس، مسلمانوں کا یہ امتیاز محض اس بنا پر تھا کہ وہ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کو صحیح معنوں میں مانتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔

◆

© rasailojaraid.com